ارشاداتِ مولانا مودودیؒ

(۱)

تنظیمِ اساتذہ کے شرکاء سے خطاب

میں آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ میری بیماری کی رعایت کر کے یہاں تشریف لائے ہیں۔ اگر میں بیمار نہ ہوتا تو آپ کے کنونشن کے تمام اجلاسوں میں شریک ہوتا۔ کیونکہ میرے دل میں آپ کی بڑی قدر ہے مجھے یقین ہے کہ جو شخص بھی اسلام کے لیے دلِ دردمند رکھتا ہو وہ اس کی قدر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اساتذہ کی ٹریڈ یونین نہیں ہے جو تنخواہوں اور گریڈوں کی تگ و دو کے لیے وجود میں آئی ہو۔ یہ ایسے اساتذہ کی تنظیم ہے جو خلوص دل سے چاہتے ہیں کہ نئی نسل کو اسلام کی تعلیم دیں۔ اور ان کے اذہان کی اصلاح کریں۔ آپ کی تنظیم اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے کہ اس میں اونچ نیچ کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ پرائمری کے استاد سے لے کر اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں کے اساتذہ بالکل برابری کے ساتھ اس میں شامل ہیں اور بغیر اس احساس کے کہ کون چھوٹا ہے اور کون بڑا۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اللہ کے دین کے لیے کام کر رہے ہیں۔

یہ کنونشن اس لحاظ سے اور قابلِ قدر ہے کہ اس میں پاکستان کے دُور دراز تک کے علاقوں کے اساتذہ نے شرکت کی اور علاقائی اور لسانی تعصبات سے بالاتر ہو کر ایک عظیم مقصد کے لیے جدوجہد کرنے کا عہد کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ لسانی اور علاقائی تعصبات سے پاک اساتذہ ہی ملک کی سالمیت کا تحفظ کرنے والی سب سے بڑی قوت ہیں۔ کیوں کہ وہ یہی جذبہ اپنے طلبہ میں منتقل کرتے ہیں۔ اگر اساتذہ ہی اپنے شاگردوں میں لسانی اور علاقائی تعصبات کا زہر پھیلانے لگیں۔ تو پھر ملکی سالمیت کا تحفظ ممکن نہیں۔ اسی زہر کی وجہ سے مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوا۔ اور جب علیحدگی کی نوبت آئی تو فوج

بھی اس ملک کو نہ بچا سکی۔

مشرقی پاکستان میں نہ صرف یہ کہ نظامِ تعلیم غلط تھا بلکہ نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری بھی ایسے اساتذہ کے ہاتھوں میں تھی جو ان میں اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ میں جب ۱۹۵۶ء میں پہلی بار مشرقی پاکستان گیا تو وہاں ایک مسلمان استاد سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کوئی کارنامہ نہیں ہے۔ میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ جو قوم اپنی نسل کو ایسے افراد کے ہاتھ میں دے دیتی ہے وہ گویا خودکشی کرتی ہے۔

اس لحاظ سے یہ تنظیم ملک کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں ہر جگہ اور ہر علاقے کے لوگ اس مقصدِ عظیم کو حاصل کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ وہ نئی نسلوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور اُن کی صحیح خطوط پر تربیت کریں۔

میں اپنی بیماری کی وجہ سے مفصل تقریر نہیں کر سکتا لیکن چند باتیں مختصراً عرض کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ حقیقی اُستاد کوئی پیشہ ور کتابیں پڑھانے والا آدمی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک مشنری ہوتا ہے جو محض روزی کمانے کے لیے یہ پیشہ اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ ایک عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے اس پیشے کو اپناتا ہے۔ حقیقی استاد وہ ہے جس کی زندگی کا مقصد یہ ہو کہ وہ علم، تہذیب اور افکار جو اُسے اگلی نسلوں سے ورثہ میں ملے ہیں وہ اُسے ٹھیک طور پر صحیح شکل میں نئی نسل کو پہنچا دے اور اُسے آلائشوں سے پاک کرے تاکہ نئی نسل بھی اُسی راستے پر آگے بڑھے جس پر اُس کے آباؤ اجداد چلتے رہے ہیں۔ یہی اُستاد کا مشن ہے اور اگر وہ اس مشنری جذبے سے کام نہیں کرتا تو وہ مزدور یا ملازم ہے اُستاد نہیں۔

معلّم مجسم تعلیم ہوتا ہے۔ ہم نبیؐ اکرمؐ کی وجہ سے مسلمان ہیں اور دین کی دولت ان ہی کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہے۔ رسول اکرمؐ کی اوّلین خصوصیت معلّم کی تھی۔ وہ صرف زبان سے نہیں بلکہ اپنی زندگی کے ہر فعل سے تربیت کرتے تھے۔ اسی طرح مسلمان معلّم مجسم تعلیم ہے۔ اس کی ہر حرکت سے شاگرد متاثر ہوتے ہیں۔ جب وہ کلاس میں داخل ہوتا ہے۔ جب وہ پڑھا رہا ہوتا ہے۔ جب وہ باہر جاتا ہے، غرضیکہ تمام حرکات و سکنات شاگردوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اگر وہ گالی دینے والا ہے تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم بھی گالی دیا کرو۔ بد مزاج استاد کے شاگرد تحمل اور بردباری سے عاری ہوتے ہیں۔

ایک مسلمان جو سچے دل سے اللہ کے دین پر ایمان لایا ہوا ور جس کے دل و دماغ میں دین رچ بس

گیا ہو۔ وہ قطعاً پروا نہیں کرتا کہ نظامِ تعلیم کیسا ہے، اور نصاب کیا ہے۔ کتابیں خواہ کسی بھی قسم کی ہوں اگر اس کو اپنے نظریے پر پختہ ایمان ہو تو وہ ہر مضمون کے اندر اپنا عقیدہ داخل کر دے گا۔ اور جو چیزیں اسلام کے خلاف ہوں، طلبہ کو اُن کی خامیوں سے آگاہ کر سکتا ہے۔ خالص کافرانہ کتابیں پڑھا کر بھی اچھے مسلمان پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ استاد خود اچھے مسلمان ہوں۔ اور ان کی نظر گہری ہو۔ یہاں ایک غیر اسلامی نظامِ تعلیم تھا۔ اس غیر اسلامی نظامِ تعلیم سے اچھے لوگ پیدا ہوئے۔ یہ نظامِ تعلیم آخر ہمارے ملک میں ایک مدت سے رائج تھا اور اب بھی رائج ہے۔ آخر یہ کیسے ممکن ہوا کہ انہی یونیورسٹیوں اور کالجوں سے جو منکرِ خدا بناتی ہیں، ایسے لوگ نکلے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ کچھ اساتذہ اپنے شاگردوں کی تہ بیت کرنا چاہتے تھے۔ اگر خدا کے دین کے لیے کام کرنے والے لوگ ہوں تو بد سے بدتر نظام میں بھی کام کرنا ممکن ہے۔ مغربی یونیورسٹیوں میں کہیں بھی کمیونزم کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ پھر وہاں کے اداروں سے کمیونسٹ کیسے پیدا ہو گئے ۔

ہمارے اپنے ملک میں اسلام کے خلاف کھل کر کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے باوجود بے دین اساتذہ نے طلبہ میں بے دینی پیدا کی۔ اُن کے اندر خدا سے اور آخرت سے انکار کا جذبہ پیدا کیا اور مسلمانوں کی اولاد کو اسلام سے برگشتہ کیا۔ چونکہ وہ منکر تھے اس لیے بہت سے نوجوانوں کو انہوں نے منکر بنایا۔ وہ ایسا کر سکتے ہیں تو آپ کیوں ایسا نہیں کر سکتے؟ نظامِ تعلیم کب بدلتا ہے؟ یہ ہوتا رہے گا۔ اس کے لیے جدوجہد کرنے والی طاقتیں موجود ہیں۔ آپ بھی اس میں شامل ہوں۔ لیکن اس کا انتظار نہ کریں اور آج ہی سے اپنے مشن کے لیے تیار ہو جائیں، اور شاگردوں کے دلوں سے شکوک و شبہات نکال کر ایمان و ایقان کی تعلیم دیں ۔

بدکردار اساتذہ طلبہ کو بدکردار بناتے ہیں۔ آپ نیک کردار اپنائیں ۔ اخلاقِ صالح کی تلقین کریں ۔ آپ شاگردوں کو نمازی نہیں بنا سکتے جب تک کہ خود نماز نہ پڑھیں۔ آپ اخلاق و کردار کا عملی نمونہ بن کر دکھائیں۔ کیونکہ اساتذہ کا کردار شاگردوں کے کردار کی تشکیل میں بہت اہم ہوتا ہے۔

آپ اسلام پر ایمان رکھنے والے اساتذہ کی تنظیم اور انہیں ایک مقصد پر مجتمع کرنے کی جدوجہد مسلسل جاری رکھیں اور جو استاد جہاں بھی یہ جذبہ رکھتا ہے اُسے اپنے ساتھ ملائیں۔ یہاں تک کہ ملک میں دو ہی قسم کے لوگ رہ جائیں۔ ایک ایمان والے اور دوسرے منکر۔ ایمان والے یقیناً ان منکرین سے زیادہ

ہیں جو - - - بے دینی اور بدکرداری پھیلا رہے ہیں۔ آپ کا صحیح کردار اُن کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہو گا۔ کیونکہ آپ سے متاثر شاگردوں کے سامنے وہ اپنے نظریات نہیں پھیلا سکیں گے بلکہ اُن کے سامنے چلنے پھرنے میں بھی شرم محسوس کریں گے۔

سب سے بڑی ضرورت تنظیم کی ہے۔ ایمان اور اخلاق کی بنا پر تنظیم بن جائے تو اس کے بعد اگر حکومت بدکردار اساتذہ کو نہ بھی نکالے تو بھی آپ انہیں بے اثر کر دیں گے۔

دُعا

یا اللہ! یہ تنظیم جو ملک میں نوجوان نسل کو صالح کردار اور اخلاق دینے کے لیے قائم ہوئی ہے - اس کو برکت اور زیادہ سے زیادہ طاقت عطا فرما - اس کے کارکنوں کے دلوں میں سچا ایمان اور اخلاق ڈال دے - اور انہیں اس قابل بنا کہ نئی نسل کو صحیح معنوں میں اسلامی بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔ آمین۔

---

(۲)

جمعیت طلبہ عربیہ کے شرکائے تربیت گاہ سے خطاب

برسوں سے ہماری یہ کوشش ہے کہ دینی مدارس اور جدید درسگاہوں کے تعلیم یافتہ لوگ مل کر اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ ان دونوں گروہوں کی علیحدگی اور ایک دوسرے سے دُوری نے ملت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہم انہیں قریب لانا اور اقامتِ دین کے کام میں ایک دوسرے کا مددگار بنانا چاہتے ہیں۔ بلکہ ہمارا آخری مقصد یہ ہے کہ دین اور دُنیا کی تعلیم الگ الگ ہونے کے بجائے ایک ہی نظامِ تعلیم میں دونوں کو جمع کر دیا جائے۔

ایک سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ سیاست میں حصّہ لینے کو ایک گالی بنا دیا گیا ہے اور دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے جب اقامتِ دین کی جدوجہد میں حصّہ لیتے ہیں تو انہیں طعنہ دیا جاتا ہے کہ تم سیاست میں پڑ گئے ہو۔ حالانکہ اسلام میں سیاست دین سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جو قانون دیا ہے وہ اسی لیے دیا ہے کہ اُسے نافذ کیا جائے، اور اُسے نافذ

کرنا ہی اسلامی سیاست ہے۔ جو سیاست خدا کے قانون کے بجائے کوئی اور قانون جاری کرے۔ وہ ہمارے نزدیک شیطانی سیاست ہے اور ہم اس سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو سیاست قانونِ الٰہی کو نافذ کرنے کے لیے ہو وہ ہمارے لیے عین دین ہے اور اسے کوئی ایسا شخص مطعون نہیں کر سکتا جو دین کی سمجھ رکھتا ہو۔

مولانا نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ کالجوں کے طلبہ اور دینی مدارس کے طلبہ کو ایک دوسرے سے ملنا اور ایک دوسرے کے علم سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ اس سے دونوں گروہوں کو علمی فائدہ بھی ہوگا اور آپس کی غلط فہمیاں بھی رفع ہوں گی۔ بعض طلبہ نے ان مشکلات کا ذکر کیا جو انہیں دینی درسگاہوں میں پیش آرہی ہیں۔ تو مولانا نے کہا کہ یہ تو ایک فطری بات ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ انسان خدا کے دین کا کام کرے اور اس کے راستے میں مشکلات پیدا نہ ہوں۔ ان مشکلات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، ان کو رفع کرنے کی ضرورت ہے۔ مشکلات کسی نہ کسی غلط فہمی کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں اور انسان کوشش کرے تو وہ دُور کی جاسکتی ہیں۔

عالمِ اسلام میں احیائے اسلام کے لیے اُٹھنے والی مختلف تحریکوں سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا محترم نے کہا کہ نظامِ اسلامی کے قیام کے لیے مختلف مسلمان ملکوں میں جو لوگ بھی کام کر رہے ہیں وہ قابلِ مبارک باد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایران اور افغانستان میں اس مقصد کے لیے جو لوگ قربانیاں دے رہے ہیں میں اُن کے لیے دست بدعا ہوں اور ہماری تمام تر ہمدردیاں اُن مجاہدین کے ساتھ ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ بعض عناصر ملک میں فرقہ داریت کا فتنہ اُٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں، مولانا مودودی نے کہا کہ آپ لوگ تحریک اسلامی کا کام مثبت طور پر جاری رکھیں اور ان چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ کیوں کہ ان مسائل میں اُلجھنے کی وجہ سے آپ تحریک کا کام نہیں کر سکیں گے۔ ہماری تحریک میں تمام مکاتبِ فکر کے لوگ شامل ہیں، بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ حضرات اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد میں ہمارے شانہ بشانہ حصّہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام گروہوں کا اتحاد ہی اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

(۳)

افغانستان کی صورتِ حال کے بارے میں

ایک مدت سے جو تشویشناک خبریں افغانستان سے آرہی تھیں۔ وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے پریشان کن تھیں۔ اب ان تازہ اطلاعات نے اس تشویش کو حد سے فزوں کر دیا ہے کہ افغانستان کے نہایت مشہور و معروف بزرگ حضرت مولانا محمد ابراہیم مجددی کو اور ان کے تمام اہل خانہ کو حتیٰ کہ بچوں تک کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور پورے ملک میں بڑے پیمانے پر علماء کی گرفتاریاں کی گئی ہیں۔ ہم افغانستان کو ایک برادر ملک کی حیثیت سے اتنا ہی عزیز رکھتے ہیں جتنا خود اپنے ملک کو، ہمارے نزدیک یہ وسیع پیمانے پر ظلم و ستم افغانستان کے لیے بھی تباہ کن ہے۔ اور اس کی حکومت کے لیے بھی۔ اس لیے حکومتِ افغانستان کو ہمارا برادرانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ اس غلط پالیسی سے باز آجائے۔

(بیان مورخہ ۲۶ رجنوری ۱۹۷۹ء)

عالمِ اسلام کے عظیم مفکّر

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

کی

تمام تصانیف کا عظیم مرکز

تفہیم القرآن ہاؤس۔ بانو مارکیٹ۔ رحیم یارخان